''اس کام پر خاصا وقت لگے گا۔ سر دست کسی پختہ عالم دین کے ذریعے قرآن مجید کے متن کا مختصر حواشی کے ساتھ ترجمہ وقت کی فوری ضرورت ہے' تاکہ گمراہ کن تراجم کا جلد سدباب ہو سکے''۔ میں نے عرض کیا کہ یوگنڈا کے مفتی عبدالرزاق مٹووو کر رہے ہیں تو فرمایا: ''تکمیل کی کوشش کی جائے''۔ چنانچہ اس زبان میں قرآن پاک کا ترجمہ مکمل ہوا اور چھپا۔ یہ ترجمہ یوگنڈا کے سابق چیف قاضی شیخ عبدالرزاق مٹووو نے مکمل کیا اور اب تک اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

● **اسلامی نظامِ زندگی**: مولانا مودودیؒ کی نظام الحیاۃ فی الاسلام کا سواحلی میں ترجمہ کینیا کے سابق چیف قاضی شیخ محمد قاسم مزروعی مرحوم نے کیا تھا۔ اس کتاب نے نہ صرف بہت سے عیسائیوں کو مسلمان کیا' بلکہ کئی بشپ بھی مسلمان ہوگئے۔ یہ کتاب نیروبی یونی ورسٹی میں مسلم طلبہ کے لیے بطور نصابی کتاب شامل کر لی گئی تھی۔

مجھے سوڈان' ایتھوپیا (حبشہ) تنزانیہ' یوگنڈا' زیمبیا' زمبابوے' ملاوی' موزمبیق' ماریشس' مڈغاسکر' دی یونین آئی لینڈ' جیبوتی' جنوبی افریقہ اور نائیجیریا وغیرہ میں سفر کرنے کا بھی اتفاق ہوا۔ ان تمام علاقوں میں مولانا مودودیؒ کا تعارف پڑھے لکھے مسلمانوں کے حلقوں میں پہنچ چکا تھا۔ جن ممالک میں برعظیم سے تعلق رکھنے والی کوئی آبادی موجود تھی' وہاں آبادی کم ہو یا زیادہ' مولانا کا اُردو لٹریچر بھی پہنچ گیا تھا۔ ان ممالک میں بالخصوص عربی' فرانسیسی اور انگریزی زبانوں میں جس قدر بھی تراجم دستیاب تھے' لوگوں کی دل چسپی کا مرکز تھے۔ مختصر طور پر ان ممالک کے بارے میں چند سطور میں ایک خاکہ پیش خدمت ہے:

● **اریٹیریا**: اکثر لوگ عربی زبان جانتے ہیں' اس لیے وہاں مولانا کا تعارف اور لٹریچر بہت زیادہ ہے۔ اسمارا اریٹریا کا صدر مقام ہے۔ یہاں بھی مولانا کی عربی کتب لوگوں کے پاس موجود تھیں۔

● **تنزانیہ**: تنزانیہ کی سرکاری زبان سواحلی ہے اور مولانا مودودیؒ کے ایک پرانے ساتھی ملک محمد حسین یہاں سال ہا سال مقیم رہے۔ ان کے علاوہ ہاشم گرانہ' برہان مٹینگوا' موسیٰ مدیدی' سلیمان صالح اور حمزہ سوکو مرحوم بھی فعال ساتھی تھے۔ کینیا سے شائع ہونے والا لٹریچر یہاں بھی یکساں مقبول تھا۔ یہاں ان لوگوں نے رائٹرز ورکشاپ کے نام سے ایک تحریری و تحقیقی

ادارہ بھی قائم کر رکھا تھا' جو مولانا کی تحریروں کو مضامین کی صورت میں شائع کرتا تھا۔ ابتدائی عرصے میں مولانا کے کتابچے سائیکلو اسٹائل کیے جاتے تھے۔

● **زیمبیا**: زیمبیا کی سرکاری زبان انگریزی تھی۔ قبائلی زبانیں تو کئی ہیں' تاہم بانٹو زبانوں میں سے یہاں سواحلی اور چچوا (Chichewa) زبانیں زیادہ لکھنے پڑھنے میں استعمال ہوتی ہیں۔ اسی طرح ملاوی کی عوامی زبان بھی چچوا ہے۔ زیمبیا میں ایوب آدم پٹیل اور ملاوی میں ابراہیم پنجوانی' ہمارے اچھے ساتھی تھے۔ مقامی زبان میں مولانا کے خطبات اور دینیات کے کچھ مضامین ترجمہ ہوکر شائع ہو رہے تھے مگر زیادہ کام نہ ہوسکا۔ پہلی کتاب جو ورلڈ اسمبلی آف مسلم یوتھ کے تعاون سے چچوا میں ترجمہ ہوئی' رسالہ دینیات تھی۔

● **زمبابوے**: زمبابوے میں دو علماے کرام جناب موسیٰ منک اور موسیٰ مکدا' نے ہمارے ساتھ خاصا تعاون کیا۔ یہاں دو زبانیں مقامی طور پر معروف ہیں۔ انڈیبلے (Ndebele) اور شونا (Shona)۔ ان دونوں زبانوں میں کتابچے شہادتِ حق اور کلمہ طیبہ کے معنی وغیرہ اس دور میں سائیکلو اسٹائل ہوکر لوگوں تک پہنچے تھے۔ البتہ انگریزی میں رسالہ دینیات اور خطبات خاص طور پر مقبول کتابیں ہیں۔

● **ماریشس**: ماریشس بحر ہند کا دُور دراز جزیرہ ہے' جہاں ہندو اکثریت میں ہیں۔ یہاں اسلامک سرکل ماریشس کا کام خاصا مقبول تھا۔ محمد حسین دہال اس مرکز کے روح رواں تھے۔ فرانسیسی اور کریول (Creole) یہاں کی مشہور زبانیں ہیں۔ ان زبانوں میں رسالہ دینیات اور مولانا کی دیگر کتب کے کچھ حصے اسلامک سرکل نے شائع کیے تھے۔

● **جنوبی افریقہ**: جنوبی افریقہ میں سفید فام دورِ حکومت تک افریکانہ سرکاری زبان تھی۔ مگر آزادی کے بعد وہاں کھوسہ (Khosa) اور ذولو (Zulu) زبانوں کا راج ہوگیا۔ یہاں کی تینوں زبانوں میں رسالہ دینیات کا ترجمہ ہو چکا ہے۔

● **نائیجیریا**: نائیجیریا میں اسلامک فاؤنڈیشن قائم ہے۔ فاؤنڈیشن کو ڈاکٹر حسن گوارزو مرحوم نے خاصا فعال اور مضبوط بنایا تھا۔ نائیجیریا کی سب سے اہم زبان ہاؤسا (Hausa) ہے' اس میں شیخ ابوبکر گومی نے قرآن مجید کا ترجمہ کیا تھا۔ یوروبا (Yoruba)' ایبو (Ibo)' اور فلانی

(Fulani) بھی بڑی زبانیں ہیں۔ ان چاروں زبانوں میں رسالہ دینیات کا ترجمہ ہوگیا ہے اور خطبات کے اجزا بھی دستیاب ہیں۔

● **یورپی مشنری سرگرمیاں**: افریقہ میں یورپی ممالک کی مشنری سرگرمیاں کافی عرصے سے منظّم انداز میں چل رہی ہیں۔ مغربی دنیا کے دیگر ملکوں کی طرح ڈنمارک کی بعض تنظیموں نے بھی یہاں مشنری ادارے قائم کیے ہیں۔ ایسا ہی ایک ادارہ کینیا کے ایک ضلعی صدرمقام ایسیولو میں تھا۔ یہ سنٹر ہمارے الفلاح اسلامک مرکز سے متصل تھا۔ یہاں کا انچارج ایک ڈینش نوجوان پربین بوگارڈ (Preben Bundgaard) تھا۔ الفلاح مرکز کے انچارج جناب شیخ محمد سلفی تھے۔ مسٹر پربین کے ساتھ ان کی مجلسیں ہوتی رہتی تھیں۔ اسیولیو نیروبی سے تقریباً دوسو کلومیٹر فاصلے پر ہے۔ شیخ صاحب نے ایک روز وہاں مسٹر پربین سے ہمارا تعارف کروایا کہ ان کے ذہن میں اسلام کے بارے میں بہت سے سوالات ہیں۔ مسٹر پربین نے پہلی ہی ملاقات میں کئی سوالات پوچھے۔ جس سے اندازہ ہوا کہ اسلام کے بارے میں ان کی معلومات کس قدر غلط ہیں۔ ان سے درخواست کی گئی کہ وہ سنجیدگی سے اسلام کی بنیادی تعلیمات کا مطالعہ کریں۔ انھیں سب سے پہلے سلامتی کا راستہ دی گئی جو سواحلی اور انگریزی دونوں زبانوں میں دستیاب تھی۔ سواحلی زبان میں اس کا نام *Njia ya Amani Na Uokofu* ہے۔

● **دل کی دنیا**: پہلی کتاب مکمل طور پر پڑھ لینے کے بعد مسٹر پربین نے کہا: ''اس کتاب نے میرے دل میں ایک آگ سی لگا دی ہے، کچھ سمجھ نہیں آ رہی کہ حقیقت تک پہنچنے کے لیے کیا کروں''۔ انھیں بتایا گیا کہ وہ دینیات کا مطالعہ کریں اور اس کے نتیجے میں ذہن میں اٹھنے والے سوالات پیش کریں۔ چنانچہ دینیات کا مطالعہ مکمل کرنے کے بعد وہ اسیولو سے نیروبی آئے۔ جب وہ اسلامک فاؤنڈیشن کے دفتر قرآن ہاؤس میں پہنچے تو میں اس وقت نماز پڑھ رہا تھا۔ چوکیدار نے دروازہ کھول دیا اور وہ ہال میں کرسی پر بیٹھ گئے۔ میں نماز سے فارغ ہوا علیک سلیک کے بعد جب انھوں نے اپنے ڈینش لہجے میں پوری ثنا پڑھ دی تو مجھے خوش گوار تعجب ہوا۔ میں نے کہا: ''مسٹر پربین آپ کیا مسلمان ہو چکے ہیں؟'' کہنے لگے: ''ابھی نہیں، البتہ اس کی جانب پیش قدمی شروع کر دی ہے''۔ میں نے پوچھا: ''پھر آپ نے یہ عربی عبارت کس طرح یاد

کی ہے؟'' کہنے لگے: ''دینیات کتاب میں اسلام کا بہت جامع تعارف کروایا گیا ہے۔ اس کتاب کے مطابق معلوم ہوا جو شخص مسلمان ہوتا ہے اس پر سب سے پہلے نماز فرض ہو جاتی ہے جس سے فرار ممکن نہیں۔ اس لیے میں نے سوچا کہ اگر میں مسلمان ہو جاؤں اور نماز پڑھنا نہ آتی ہو تو یہ ایک ناقص مسلمان کی صورت ہوگی۔ چنانچہ میں نے باقاعدہ مسلمان ہونے سے پہلے نماز یاد کرنا شروع کر دی ہے۔ اب میں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ آپ ۱۵ دن بعد اسیولو آئیں اور ہم اپنی اس ملاقات میں حتمی طور پر طے کرلیں کہ آیا مجھے مسلمان ہونا ہے یا اپنے سابقہ مذہب پر رہنا ہے''۔

اگلے سفر میں جب ہم اسیولو پہنچے تو قافلہ ڈاکٹر محمد سعید صاحب مرحوم' خلیل ملک صاحب مرحوم' حاجی محمد لقمان صاحب' محمد اختر بھٹی صاحب پر مشتمل تھا۔ شیخ محمد سلفی صاحب ہمارے میزبان تھے اور ہمیں اس بات کا انتظار تھا کہ مسٹر پربین الفلاح مرکز میں کب آتے ہیں۔ شیخ سلفی بتانے لگے کہ پربین نے صبح سے کئی مرتبہ پوچھا ہے کہ نیروبی سے مہمان کب آئیں گے۔ ہم یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ مسٹر پربین تشریف لے آئے اور آتے ہی کہا: ''السلام علیکم''۔ ہم نے ان کا حال احوال معلوم کیا۔ میں نے کہا: ''کیا آپ مسلمان ہو چکے ہیں''۔ انھوں نے کہا: ''ہاں' ان شاء اللہ آج مسلمان ہونے کا ارادہ کر کے آیا ہوں''۔ اس مجلس میں سب لوگوں کی زبان پر اللہ اکبر' اللہ اکبر تھا اور بعض کی آنکھوں میں آنسو بھی۔ اسی مجلس میں مسٹر پربین کو کلمہ پڑھایا گیا' جو انھوں نے پہلے سے یاد کیا ہوا تھا۔ اسی روز ان کا اسلامی نام عبدالرحمٰن رکھا گیا۔ واقعہ یہ ہے کہ اس انقلاب کا سب سے بڑا محرک سید مودودیؒ کی کتب ہی ہیں۔

مسٹر پربین جو اب عبدالرحمٰن بن چکے تھے' اس سے قبل کینیا کی ایک مقامی لڑکی کے ساتھ رہایش پذیر تھے۔ وہ ایک عیسائی لڑکی تھی۔ عبدالرحمٰن کی کوششوں کے باوجود وہ مسلمان نہ ہوئی تو ان کے درمیان ایک خلیج حائل ہوگئی۔

اس واقعے کے بعد عبدالرحمٰن کو ان کے مشن نے ملازمت سے نکال دیا اور انھوں نے وطن واپسی کے لیے رخت سفر باندھا۔ قبل اس کے کہ وہ واپس جاتے' ان کی خواہش تھی کہ وہ عمرے کی سعادت حاصل کرلیں۔ اس دوران نام کی تبدیلی' قبولِ اسلام کی شہادت اور سرٹیفیکیٹ تیار کرلیا گیا۔ اسی مجلس میں ان کے سامنے تجویز رکھی گئی کہ کیوں نہ عمرے کی ادایگی کے بعد

اسلامک فاؤنڈیشن کے مرکز میں کچھ عرصہ کام کریں، چنانچہ وہ اس پر تیار ہوگئے۔ انھیں جو معاوضہ ڈنمارک حکومت کی طرف سے مل رہا تھا، ہم وہ تو نہ دے سکے، لیکن ہمارا معمولی سا معاوضہ اس جویاے حق نے قبول کرلیا۔ انھوں نے ہمارے ساتھ تقریباً دوسال تک کام کیا۔ دوسال بعد انھوں نے مستقل طور پر ڈنمارک جاکر اسلامک سنٹر کوپن ہیگن میں خدمات انجام دیں۔

● **قادیانی فتنہ**: ۱۹۷۴ء تک کینیا میں قادیانیوں کا مشن خاصا فعال تھا۔ لیکن پاکستانی دستور میں چوتھی آئینی ترمیم کے بعد جب پاکستان پارلیمنٹ نے قادیانیوں کو غیرمسلم قرار دے دیا تو پوری دنیا میں ان کے اثرات سمٹنے لگے۔ ان کے مبلغ شیخ مبارک اخبارات کے ذریعے سے اپنے نظریات کا پرچار کرتے تھے، لیکن ان کے ہر آرٹیکل کا جواب ہم بھیجتے جو اخبارات میں چھپ جاتا۔

اس عرصے میں قادیانیوں کے ایک مشنری نے قرآن ہاؤس میں آکر میرے ساتھ مناظرہ کیا۔ اس کا طریقۂ واردات یہ تھا کہ ایک موضوع کو چھوڑ کر دوسرے موضوع پر بحث چھیڑ دیتا۔ اس مباحثے کے دوران مولانا مودودیؒ کا کتابچہ ختم نبوت زیربحث آیا جو ہم نے کینیا میں انگریزی اور سواحلی میں چھپوا کر تقسیم کیا تھا۔ اس کی زبان سے یہ بات نکلی کہ علما نے ہمارے خلاف بڑی بڑی کانفرنسیں کیں، بڑے جلوس نکالے، لیکن اس شخص نے جتنا نقصان ہمیں پہنچایا ہے کوئی نہیں پہنچا سکا۔ اس کا اشارہ مولانا مودودیؒ کے مقالے ختم نبوت کی طرف تھا۔

● **شر میں خیر**: کینیا کے شمال مشرقی علاقے میں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے، عیسائی مشنریوں نے جگہ جگہ چھوٹے چھوٹے قصبات اور دیہات تک اپنا جال پھیلا رکھا ہے۔ جب اس علاقے کے مسلمانوں نے کینیا سے آزادی حاصل کر کے اپنے آپ کو مسلمان ملک صومالیہ سے جوڑنے کے لیے جدوجہد کی تو اس خانہ جنگی میں بے شمار مسلمان مرد مارے گئے۔ آبادیوں کی آبادیاں یتیموں اور بیواؤں کی وجہ سے کسمپرسی کا شکار ہوگئیں۔ اب عیسائی مشنریوں کو موقع ملا کہ وہ ہسپتالوں، اسکولوں، یتیم خانوں اور دیگر تعمیرات کے نام پر ان بستیوں میں گھس جائیں، جنھوں نے مسلمانوں کو گمراہ کیا اور بڑی تعداد میں لوگوں نے عیسائیت قبول کرلی۔ ایک قصبہ جہاں ہمارا بھی مرکز تھا۔ اس قصبے کا نام قربت اللہ ہے اور یہاں عیسائی مشنریوں نے بچیوں کا ایک پرائمری اور ہائر سیکنڈری اسکول اور انھیں سٹینو اور ٹائپسٹ کی تعلیم دینے کے لیے ٹائپنگ

اورشارٹ ہینڈ کا ادارہ قائم کیا۔ کئی برس تک بچیوں کو تعلیم دینے کے بعد وہ سمجھے کہ یہ بچیاں اب مکمل طور پر انھی کے رنگ میں رنگ چکی ہیں، اوران کا اپنے دین اور خاندانی پس منظر سے رابطہ ٹوٹ چکا ہے۔ اس لیے ان کے نام تک تبدیل کر دیے گئے۔ مگر ایک عجیب واقعہ رونما ہوا جس سے تہلکہ مچ گیا۔ جب ان کی پاسنگ آؤٹ تقریب آئی تو وہ اتوار کے دن اپنے معمول کے خلاف گرجا گھر میں حاضر نہ ہوئیں، بلکہ اپنے ہاسٹل ہی میں دبکی رہیں۔ مشنری عملے نے ہنگامہ کھڑا کیا اور کہا کہ فادر گرجا میں سرمن دے رہے ہیں اور تم ابھی تک تیار ہی نہیں ہوئیں۔ ایک لڑکی نے ہمت کر کے کہا: ''ہم تو مسلمان ہیں اور مسلمان گرجا گھروں میں نہیں مسجدوں میں جایا کرتے ہیں''۔

● **پارلیمنٹ میں باز گشت:** اس ماحول اور ادارے میں یہ بات ایک دھماکے سے کم نہ تھی۔ ان کے ہاں تشویش کی لہر دوڑ گئی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ انھیں اس ادارے سے فارغ کرنے اور انھیں اسناد نہ دینے کا فیصلہ ہوا۔ اللہ غریق رحمت کرے، ایک مسلمان ممبر پارلیمنٹ حاجی محمد خولے خو۔لے، جو اس علاقے سے ذرا دُور کے حلقے کی نمایندگی کرتے تھے بہت نیک مسلمان تھے۔ ان سے فاؤنڈیشن کے دیگر احباب کی طرح میرا بھی دوستی کا تعلّق تھا، اس معاملے میں میدان میں آ گئے۔ انھوں نے یہ مسئلہ پارلیمنٹ میں اٹھا دیا۔ چنانچہ دستور میں مذہب کی آزادی کا جو حق کینیا کے تمام شہریوں کو دیا گیا تھا، اس کی بدولت حکومت کی مداخلت پر بچیوں کو یہ سندات جاری کر دی گئیں۔ اس پر چرچ میں تحقیق شروع ہوگئی کہ: ''اتنا عرصہ مشنریوں کے زیراثر رہنے کے باوجود ان بچیوں کو کیا ہوگیا تھا کہ انھوں نے اپنے آپ کو عیسائی کے بجاے مسلمان قرار دے دیا؟

تحقیق پر پتا چلا کہ مولانا مودودیؒ کی کتاب دینیات کا سواحلی ترجمہ اس انقلاب کا محرک بنا۔ کتاب کے مترجم ممباسا کے مسلمان چراغ دین شہاب دین مرحوم تھے۔ اس کا ترجمہ چند سال قبل ہی سواحلی زبان میں ہوا تھا۔ دراصل اس ادارے میں کسی لڑکی کے پاس کسی ذریعے سے یہ کتاب پہنچی تو اس نے اس کا مطالعہ کیا۔ اس کے بعد اس نے اپنی دوسری ہم عمر لڑکیوں کو یہ کتاب پڑھنے کو دی۔ آہستہ آہستہ سب لڑکیوں نے یہ کتاب پڑھ لی اور آپس میں طے کیا: ''ہم مسلمان ہیں اور ہمیں مسلمان ہی رہنا چاہیے''۔